بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَّا بَعْدُ:

26-شرح العقیدۃ الواسطیۃ

العقیدۃ الواسطیۃ الشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح ابن عثیمین رحمہ اللہ۔

اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وقوله سبحانه: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾ (الفرقان:58)"۔

پچھلے دو یا تین دروس سے ہم توحید اسماء وصفات کے تعلق سے تفصیل بیان کر رہے ہیں، شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے مقدمے کے بعد توحید اسماء وصفات پر بات کی اور بات کا آغاز جو ہے سورۃ الاخلاص سے کیا پھر آیت الکرسی سے کیا، اور اس کے بعد جو ہم پچھلے درس میں پڑھ چکے ہیں سورۃ الحدید کی آیت نمبر 3 سے کیا ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾، اور ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا ذکر ہے اور دلائل موجود ہیں۔

اور آج کے درس سے اور آگے چند دروس میں (بلکہ کئی دروس میں) مختلف اللہ تعالیٰ کے پیارے نام اور صفات الکمال کے مزید دلائل شیخ الاسلام نے بیان کیے ہیں اور ان کی ابتداء جو ہے آج کے درس میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کی ہے سورۃ الفرقان آیت نمبر 58 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں توکل کا معنی بیان کرتے ہوئے کہ یہ لفظ جو ہے یہ لیا گیا ہے "من وكل الشيء إلى غيره، أي: فوضه إليه": یعنی جب کوئی شخص اپنے معاملات کسی کے سپرد کرتا ہے تو اسے توکل کہتے ہیں عام لفظوں میں (توکل کا

عام معنی یہ ہے کہ کسی کی طرف اپنے معاملات کو سپرد کرنا)اور جب ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر توکل تو اس کا معنی بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ”صدق الإعتماد على الله في جلب المنافع ودفع المضار، مع الثقة به سبحانه وتعالىٰ، وفعل الأسباب الصحيحة“۔

بڑی پیاری تعریف ہے اللہ تعالیٰ پر توکل کی اس میں چند چیزیں یا چند چیزوں کا ہونا لازمی ہے:

سب سے پہلے: ”صدق الإعتماد على الله“(اللہ تعالیٰ پر سچا بھروسہ کرنا ہے)۔ کس چیز میں؟ ”في جلب المنافع ودفع المضار“(منافع حاصل کرنے کے لیے اور نقصان کو دفع کرنے کے لیے)”مع الثقة به سبحانه وتعالىٰ“(اللہ تعالیٰ پر بھروسے کا یقین کرتے ہوئے)”وفعل الأسباب الصحيحة“(اور صحیح اسباب پر عمل کرتے ہوئے)۔

((ان سب چیزوں کا مجموعہ جو ہے اسے توکل کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر توکل یا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کہتے ہیں))۔

سب سے پہلے جو ہے ”صدق الإعتماد على الله“ سے کیا مراد ہے؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر سچے بھروسے کا معنی یہ ہے کہ جب بھی سوال کرنا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کرنا ہے، جب بھی مدد حاصل کرنی ہے صرف اللہ تعالیٰ سے کرنی ہے، امید صرف اللہ تعالیٰ سے رکھنی ہے، ڈرنا صرف اللہ تعالیٰ سے ہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے ہر مصلحت یا ہر منفعت حاصل کرنے کے لیے اور ہر نقصان کو دفع کرنے کے لیے، اور یہ جو بھروسہ ہے بغیر یقین کے اور بغیر اُس سبب کے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کافی نہیں ہے۔ تو آپ کو یقین ہونا چاہیے بغیر کسی جھجھک یا تردّد کے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ سبب اللہ تعالیٰ نے جس کی اجازت دی ہے اس پر بھی عمل کرنا ہے۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں رکھتا اور محض اپنی طاقت پر بھروسہ رکھتا ہے تو وہ رسوا ضرور ہوتا ہے اور اس کی دلیل میں جیسا کہ بعض صحابہ جب اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ حنین میں موجود تھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ﴾ ”حيث قالوا: لن نغلب اليوم من قلة“(اُن میں سے بعض نے کہا آج ہمیں شکست نہ ہوگی کیونکہ تعداد میں ہم بہت زیادہ ہیں(کثرت تعداد))، پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ

﴿جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ إلى آخر الآية (التوبہ:25-26)۔جنگ حنین میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارہ ہزار(12,000)کا لشکر ہے(دس ہزار کا وہ لشکر جو فتح مکہ کے لیے مدینہ سے آیا اور دو ہزار نو مسلم تھے جو مکہ سے اُس لشکر میں شامل ہوئے جنگ حنین کے لیے)اُن میں سے جو نو مسلم تھے بعض نے یہ کہا کہ ''آج ہماری تعداد اتنی زیادہ ہے کہ آج ہمیں شکست نہیں ہو سکتی''۔تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی،اللہ تعالیٰ پر توکل میں تھوڑی سی کمی ہوئی اس جملے کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں''ومن توكل على الله، ولكن لم يفعل السبب الذي أذن الله فيه، فهو غير صادق''(اور دوسری طرف کہ جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل تو کیا ہے لیکن اُس سبب پر عمل نہیں کیا جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے تو ایسا شخص جو ہے وہ سچا نہیں ہے اپنے توکل میں)،بلکہ اسباب کو چھوڑنا جو ہے''سفه في العقل ونقص في الدين''(عقل میں اور دین میں کمی کی علامت ہے(عقل میں بے وقوفی ہے اور دین میں کمی اور نقص کی علامت ہے))۔کیوں؟''لأنه طعن واضح في حكمة الله''(کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں واضح طعن ہے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)،اللہ تعالیٰ پر توکل جو ہے وہ آدھا دین ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾(الفاتحہ:5)،اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا جو ہے وہ توکل کا ثمرہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ ھود میں﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾(ھود:123)۔

تو عبادت کو توکل سے جوڑ دیا ہے سورۃ ھود کی آیت نمبر 123 میں،اور سورۃ الفاتحہ میں﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾،تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا ہے استعانہ جو ہے یہ توکل کا ثمرہ ہے۔

پھر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں،جو غیر اللہ پر توکل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر بھروسہ کرتے ہیں اُس کی تین صورتیں ہیں:

1-پہلی صورت''أن يتوكل توكل اعتماد وتعبد''(کہ کسی پر توکل کوئی شخص کرے،یا ایسا توکل ہو جس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر بھروسہ ہو اور عبادت ہو(توکل عبادت ہے اور یہ جب غیر اللہ کے لیے صرف کیا جاتا ہے))''فهذا شرك أكبر''(تو یہ شرک اکبر ہے)۔

اس کی مثال یہ ہے جیسا کہ کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ جس پر وہ بھروسہ کرتا ہے جس پر اس نے توکل کیا ہے وہی ہر خیر کو لانے والا ہے اور وہی ہر شر کو اُس سے دور کرنے والا ہے، اپنا معاملہ جو ہے مکمل طور پر اُسی کے سپرد کردیتا ہے نفع حاصل کرنے کے لیے اور نقصان سے بچنے کے لیے اور جب اُس کے ساتھ خشیت اور امید بھی شامل ہو جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کے اعتبار سے (عبادت کی بنیاد پر) اُس پر بھروسہ کیا گیا ہے، اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) کہ جس پر توکل کیا جارہا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ ہو کیونکہ یہ جو معاملات کا سپرد کرنا ہے یہ تفویض جو ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے صحیح ہے (غیر اللہ کے لیے صحیح نہیں ہے بلکہ شرک اکبر ہے یعنی معنی یہ ہے)۔

2-دوسری صورت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر توکل کی کہ غیر اللہ پر توکل تو کرنا ہے اور کچھ اس پر بھروسہ بھی کرنا ہے لیکن ایمان یہ ہے کہ یہ جس پر توکل کیا جارہا ہے صرف سبب ہے اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں۔

اس کی مثال یہ ہے جیسا کہ بہت سارے لوگ جو ہیں وہ بادشاہوں پر اور اُمراء پر بھروسہ کرتے ہیں یا توکل کرتے ہیں اپنے معاش کو حاصل کرنے کے لیے اور یہ جو صورت ہے یہ شرک الأصغر کی صورت ہے (چھوٹے شرک کی صورت ہے)۔

3-تیسری صورت غیر اللہ پر توکل کی کہ کسی پر توکل کیا جائے (کسی شخص پر توکل کیا جائے) اس اعتبار سے کہ یہ شخص جس پر توکل کیا جارہا ہے اُس کا نائب ہے اور وہ شخص جس پر بھروسہ کر رہا ہے وہ اُس سے اوپر ہے۔اس کی مثال یہ ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی کو وکیل بنادیتا ہے خرید و فروخت کے معاملے میں، یا اسی طریقے سے کسی اور معاملات میں جن میں نیابۃ جو ہے (یعنی کسی کو نائب بنانا جو ہے) جائز ہو اور یہ اللہ تعالیٰ پر توکل کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خرید و فروخت کے اور اسی طریقے سے کئی معاملات میں وکیل بنایا ہے۔

تو یہ مختصر توکل کے لفظ کا معنی ہے اور توکل کی مختلف صورتیں ہیں۔

اور جو شاہد ہے اسماء وصفات کے تعلق سے وہ اس آیت کے اگلے جملے ہیں ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ﴾، شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اس آیت کے ان جملوں کے تعلق سے ﴿عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا

﴿یَمُوْتُ﴾"إن الحكم إذا علق بوصف، دل على عليه ذلك الوصف":یعنی علماء یہ کہتے ہیں کہ جب حکم جو ہے جب کسی وصف کے ساتھ صفت کے ساتھ جڑ جائے تو وہ وصف اُس کی طرف دلالت کرتا ہے ،یعنی شیخ صاحب فرماتے ہیں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آیت میں یہ لفظ کیوں نہیں ہے"وتوكل على القوي العزيز" قوی العزیز پر توکل کرے کیونکہ طاقت اور عزت جو ہے اور غلبہ جو ہے وہ زیادہ مناسب ہے جیسا کہ ظاہر لگتا ہے۔

یعنی ﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ﴾ یہاں پر زندہ جو کبھی مرتا نہیں ہے اس کا ذکر ہے جبکہ اس سے زیادہ قوی جملہ سیاق و سباق کے اعتبار سے ظاہراً یہ لگتا ہے کہ مناسب یوں ہونا چاہیے کہ "وتوكل على القوي العزيز" تو قوی العزیز کی جگہ ﴿عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ﴾ کیوں ہے ؟زندہ جو ہے وہ کیوں ہے ؟

تو اس کے جواب میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے (یعنی مشرکین نے) اُن بُتوں پر بھروسہ کرنا شروع کیا جو مردوں کی مانند ہیں (جو بُت ہیں وہ مردوں کے جیسے ہیں) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ؕ۲۰ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾(النحل20-21)، تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے یعنی اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !آپ اُس ذات پر بھروسہ کریں توکل کریں جس ذات کی صفت ان بُتوں جیسی نہیں ہے یعنی مردہ نہیں ہے بلکہ وہ زندہ ہے جس کو کبھی موت نہیں آتی۔یعنی یہ وجہ ہے کہ یہاں پر ہے ﴿عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ﴾ اور یہ جو لفظ ہے یہاں پر یا جملے میں ﴿عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ﴾ یہ القوی العزیز سے بھی زیادہ قوی ہے اس اعتبار سے (سبحان اللہ)۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں، دوسری آیت میں بھی ایسے الفاظ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾(الشعراء:217)، اور یہاں پر دیکھیں ﴿عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ کا ذکر ہے اور اس سیاق میں شیخ صاحب فرماتے ہیں "لأن العزة أنسب في هذا السياق" کیونکہ عزت کا لفظ اس سیاق میں جب ہم پورا سورۃ الشعراء کی آیات پر غور و فکر کرتے ہیں تو یہاں پر جو ہے کیونکہ مشرکین کا ذکر ہے مخالفین کا ذکر ہے جنہوں نے انبیاء (علیہم الصلاۃ

والسلام) سے دشمنی مول لی تھی تو آخر میں دیکھیں ﴿الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ﴾ کا ذکر ہے اور یہاں پر ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ﴾ زیادہ مناسب ہے سیاق کے اعتبار سے۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، اور اس کی اور وجہ بھی ہے کہ جو الحي کا نام ہے اس میں تمام صفات کاملہ شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفت حیات کے کمال میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾، اور یہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حیات کاملہ ہے کبھی موت نہیں آئے گی اور اس کا تعلق اس کے پہلے جملے سے ہے اور جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ جو صفت منفیۃ ہوتی ہے اس میں دیکھیں جس کی ضد میں صفت ہے اس کے کمال کو ثابت کرنے کے لیے۔

((یعنی حیات کاملہ ہے جس کے بعد کبھی کوئی فنا کا امکان ہی نہیں ہے یعنی کبھی فنا اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں ہو گی))۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے جو اسماء ہیں (نام ہیں) ﴿الْحَيِّ﴾ اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں میں سے ہے اسماء الحسنیٰ میں سے ہے، اور صفات میں سے "صفت الحیاۃ" زندگی کی صفت ہے اور تیسری ''انتفاء الموت'' موت کی نفی کی گئی ہے جو حیات کاملہ کے متضمن ہے، تو اس میں دو صفات ہیں اور ایک نام ہے۔

((صفت الحیاۃ اور الحیاۃ الکاملہ کیونکہ ﴿لَا يَمُوتُ﴾ ضد ہے اس کی ضد جو ہے حیاۃ کاملہ ہے اور نام جو ہے وہ الحي اس آیت کریمہ میں ثابت ہوا ہے))۔

پھر اگلی آیت میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں'' وقوله: ﴿وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ﴾ (التحریم:2)''۔

((اور یہاں پر دیکھیں العلیم اور الحکیم دو نام ہیں اور صفت العلم اور صفت الحکمۃ جو ہے وہ بیان ہوئی ہیں))۔

شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿الْحَكِيمُ﴾ جو ہے یہ ''ح ك م'' کے مادہ سے لیا گیا ہے جو حکم اور احکام پر دلالت کرتے ہیں، تو اس کا معنی پہلے کے اعتبار سے یعنی (۱) حکم کے اعتبار سے حقیقی معنی حاکم ہے۔(۲) اور جو دوسرا ہے احکام کے معنی کے اعتبار سے حکیم کا معنی المحکم ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا نام الحکیم جو ہے دلالت کرتا ہے کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت حکمت کا بھی ثبوت ملتا ہے اس پر بھی دلالت ہے کیونکہ احکام اِتقان کو کہتے ہیں اور اِتقان کا معنی ہے کہ کسی چیز کو اس کی صحیح جگہ پر وضع کرنا ہے۔

تو اس آیت میں حکم کو بھی ثابت کیا گیا ہے اور حکمت کو بھی ثابت کیا گیا ہے، اللہ عزّ و جل وحدہ حاکم ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم جو ہے یا تو کونی ہے یا شرعی ہے (دو قسم کے حکم ہیں اللہ تعالیٰ کے)، جو اللہ تعالیٰ کا شرعی حکم ہے یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول لے کر آئے ہیں امتوں کے لیے، اور جو کتابیں نازل ہوئی ہیں دین کی شرائع کے لیے ((اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہیں وہ تمام جن وانس کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں یعنی شامل رسالت ہیں))۔

اور دوسری قسم کا جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہ ہے ''حكم الله الكوني''، کونی حکم جو ہے یہ وہ حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر تقدیر مقرر فرمائی ہے "خلق، رزق، اور زندگی اور موت" کے اعتبار سے اور اِن جیسے اور جو معنی ہیں ربوبیت کے اور جو اس کے متقضیات ہیں۔

((یہ حکم اللہ الکونی ہے یہ کب کس نے پیدا ہونا ہے کب کس نے مرنا ہے، اُس کی زندگی کتنی ہوگی، اُس کا رزق کتنا ہوگا، اور اس جیسے جو باقی اُمور ہیں نفع و نقصان کے تعلق سے جو مصیبتیں ہیں اُن کی بیماری شفاء وغیرہ سارے یہ سب جو ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کونی میں شامل ہیں))۔

حکم شرعی کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ﴾ (یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے بیچ میں فرماتا ہے)(الممتحنۃ:10)۔

((تو یہ کون سا حکم ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے؟ یہ حکم اللہ الشرعی ہے))۔

اور حکم الکونی کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ یوسف میں سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے ایک بھائی کی زبانی ﴿فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ (یوسف:80)۔

((تو شاہد کیا ہے؟ ﴿اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾، اور اس آیت میں جو حکم ہے وہ حکم کونی ہے))۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس آیت کریمہ میں ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾ (التین:8)، یعنی سورۃ التین کی آخری آیت جو ہے یہ شامل ہے دونوں قسم کے حکم کو (اللہ تعالیٰ کا کونی حکم اور شرعی حکم)، اللہ عزّ و جل حکیم ہیں حکم کونی اور حکم شرعی سے اور دونوں کے لیے محکم بھی ہیں اور تمام قسم کی جو حکمتیں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت کے موافق ہیں

، لیکن بات یہ ہے کہ بعض اللہ تعالیٰ کی حکمتیں جو ہیں وہ معلوم ہیں ہمیں اور بعض کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (اور نہیں تمہیں علم دیا گیا مگر بہت کم)(الاسراء:85)۔

تو جتنا علم ہمارے پاس ہے (ہمارے پاس جو علم ہے) اُس میں اللہ تعالیٰ کی بعض حکمتوں کا علم بھی ہے کہ فلاں معاملے کی کیا حکمت ہے اور اکثر کو ہم جانتے ہی نہیں ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) حکمت کی دو قسمیں ہیں:

1-پہلی قسم ہے "حكمة في كون الشيء على كيفيته وحاله التي هو عليها" (کہ کسی چیز کو اس کے صحیح حال اور کیفیت پر ہونا (یہ پہلی قسم ہے حکمت کی)) "كحال الصلاة" (جیسا کہ نماز کی حالت ہے) "فهي عبادة كبيرة تسبق بطهارة من الحدث والخبث وتؤدى على هيئة معينة من قيام وقعود وركوع وسجود" (جیسا کہ نماز ہے بہت بڑی عبادت ہے جس سے پہلے طہارت کی جاتی ہے حدث سے اور خبث سے (یعنی حدث سے وضو کی مراد ہے اور خبث سے استنجاء مراد ہے کہ گندگی سے صاف ہونا)) "وتؤدى على هيئة معينة" (خاص ہیئت سے یہ عبادت کی جاتی ہے)۔ یہ کیسے ہے؟ "من قيام" (قیام کی حالت) "وقعود" (قعود کی حالت) "وركوع وسجود" (جس میں رکوع سجود بھی ہوتا ہے)۔

اور اس کی دوسری مثال "وكالزكاة" (جیسا کہ زکوۃ ہے یہ بھی عبادت ہے اللہ تعالیٰ کی جس میں وہ مال جو غالباً بڑھتا ہے (یعنی خصوصی مال جو ہے، ہر مال میں نہیں زکوۃ خاص مال میں ہوتی ہے جو بڑھتا رہتا ہے) اس میں سے خاص حصہ خاص لوگوں کے لیے جو حاجت مند ہیں اُن کے لیے مقرر کرنا، یا بعض مسلمانوں میں جن کی حاجت ہو اُن کو دینا)۔ یعنی ایک تو خود محتاج ہیں بعض فقیر مسکین نہیں ہوتے لیکن اُن کو بھی اس میں سے حصہ دیا جاتا ہے جیسا کہ "المؤلفة قلوبهم" (مؤلفۃ قلوبھم جو ہیں یعنی غیر مسلم ہیں لیکن ان کو بھی دل کی تالیف کے لیے دل کو نرم کرنے کے لیے زکوۃ میں سے کچھ حصہ دیا جاتا ہے تاکہ وہ دین اسلام کو قبول کریں یا اُن کے شَر سے بھی بچا جا سکے)۔

2-دوسری قسم حکمت کی جو ہے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں "حكمة في الغاية من الحكم" (حکم کی غایت کی حکمت جو ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام جو ہیں اُن کی غایات حمیدۃ ہیں اور ثمرات جلیلہ ہیں (اُن کا ثمرہ اور جو غایت ہے وہ بہت ہی عمدہ ہے اور بہت ہی اچھا ہے))۔

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کی حکمت حکم کونی میں کہ بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ مصیبتوں یا عظیم مصیبتوں سے آزماتا ہے اور اس کی جو غایت ہے جو اس کا ثمرہ ہے وہ بہت ہی اچھا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾(الروم:41)۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں، اس میں رد ہے اُس شخص کے قول کا اور لوگوں کے قول کا جو کہتے ہیں "إن أحكام الله تعالى ليست لحكمة" کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کسی حکمت کے لیے نہیں ہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی مشیئت کی بنیاد پر ہیں (یعنی اس میں کوئی آزمائش نہیں ہوتی مصیبتیں تو آتی ہیں اب اللہ تعالیٰ نے لکھی ہیں اور اس کا فساد سے کوئی تعلق نہیں ہے) جبکہ اس آیت کریمہ میں واضح الفاظ ہیں کہ فساد ظاہر ہوا بَرّ اور بحر میں (خشکی اور تری میں)۔ وجہ کیا ہے سبب کیا ہے؟ ﴿بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (لوگوں کی کمائی کی وجہ سے لوگوں کے اعمال کی وجہ سے) ﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا﴾ (تاکہ اُن کو بعض کا مزا چکھایا جائے) ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (تاکہ واپس پلٹیں)۔

تو ان مصیبتوں کو جو ان لوگوں پر مسلط ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ نے آزمایا ہے جب لوگ ان مصیبتوں کی وجہ سے توبہ کرتے ہیں انابت کرتے ہیں واپس پلٹتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف تو یہ اصل غایت ہے اور یہ اصل وجہ ہے ان مصیبتوں سے آزمانے کی۔

تو اس کی جو اصل وجہ تھی یا اس کا غایت اور ثمرہ جو ہے وہ بہت ہی اچھا ہوا کہ دنیا کو تو ویسے ہی چھوڑ کر جانا ہے وہ تو حق ہے سب نے مر جانا ہے تو اگر کسی شخص کا خاتمہ توبہ پر ہو یا ان مصیبتوں سے اس کے گناہ جو ہیں وہ جھڑ جائیں اور اس کے لیے بلند درجات کا باعث بنیں تو پھر کتنا اچھا خاتمہ ہے (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے اللہ تعالیٰ کے جو پیارے نام ہیں اُن میں سے العلیم اور الحکیم اور صفات میں سے العلم والحکمۃ (جیسے میں پہلے بیان کر چکا ہوں دو نام ہیں اور دو صفات ہیں)۔

اور مسلکی فوائد میں سے شیخ صاحب فرماتے ہیں یہ فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت پر ایمان لانا جو ہے اس میں دل کا اطمینان (مکمل اطمینان) جو ہے وہ لازم آتا ہے، جو بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے چاہے کونی ہو یا شرعی ہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت بنیاد پر ہوتا ہے تو جب مومن جو ہے اس کا ایمان یقینی ایمان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت پر اللہ تعالیٰ

کے دوناموں پر اور ان دو پیاری صفات پر تو اس سے جو ایک قلق نفسی ہے یا جو دل کی تنگی ہے وہ دور ہو جاتی ہے اور دل میں اطمینان بھی ہو جاتا ہے اور سینہ بھی کشادہ ہو جاتا ہے۔

آج کے درس میں اتنا کافی ہے اگلے درس میں ان شاءاللہ مزید چند اہم اسماء وصفات کا ذکر کریں گے۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (26.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔